زادِ راہ

محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت
وحید کالونی نزد کوٹ شاہاں (پیرو شہید بس سٹاپ) جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً
وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ
وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ

(الاعراف : آیت205)

ترجمہ

اور اپنے رب کو دل میں یاد کرو زاری
اور ڈر سے، زبان سے آواز نکالے بغیر
صبح اور شام اور غافلوں میں نہ ہونا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم
خصوصی اشاعت ماہانہ مجلہ "فلاحِ آدمیت"
اپریل 2017ء
سالانہ خطبہ
اپریل 2017ء
سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَولٰینَا مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ.وَالسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِاللّٰهِ الصّٰلِحِیْنَ.

17\bismillah3.gif not found.

برادرانِ سلسلہ! ہم پر اللہ ربّ العزت کا عظیم احسان اور فضل ہے کہ اس نے ہمیں ایمان کی نعمت سے سرفراز فرما کر سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے کاروان ہدایت کا حصّہ بنایا اور اس عالمگیر روحانی تحریک سے وابستگی عطا فرمائی۔ اللہ کریم کا شکر ہے کہ اس نے ایک بار پھر ہمیں محض اپنی رضا و محبت اور روحانی تحریک کو آگے بڑھانے کیلئے یہاں جمع ہونے کی توفیق عطاء فرمائی۔ یہ سب اس کے کرم ہی سے ممکن ہوا ہے۔ ربّ العزت کے حضور شکر و سپاس کے بعد آپ حضرات کا شکریہ ادا کرنا بھی ہمارا خوشگوار فریضہ ہے۔ آپ نے اس دعوت پر لبیک کہا اور آپ اپنے خالق و مالک اور آقا و مولا کی محبت کے لیے اپنے گھر، کاروبار، ملازمت اور اہل و عیال کو چھوڑ کر، سفر کی صعوبتیں برداشت کر کے تشریف لائے اور آپ نے احساس ذمّہ داری کا ثبوت دیا۔

میں آپ حضرات کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ حضرات اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہیں اور اس کے مہمان ہیں، ہم صرف اور صرف اللہ کریم کی رضا کیلئے اکٹھے ہوئے ہیں جو بڑے اجر و ثواب کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس اجتماع کو قبول و منظور اور کامیاب فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمارے ان بھائیوں کو بھی اس اجتماع کے فیوض و برکات سے فیض یاب فرمائے جو کسی مجبوری کی وجہ سے یہاں تشریف نہیں لا سکے۔

دنیا میں خوشی و غم کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس لیے آج اس خوشی کے موقعہ پر ہم اپنے ان بھائیوں کو نہیں بھول سکتے جو پچھلے سال ہمارے ساتھ تھے لیکن اس دفعہ نہیں ہیں میرا مطلب ہے کہ ہمارے وہ بھائی اور عزیز و اقارب جو اس سال کے دوران ہم سے جدا ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ خاص طور پر ہمارے سینئر اور بزرگ بھائی جناب محمد مرتضیٰ صاحب اسلام آباد والے ہیں جنہوں نے پچھلے سال اجتماع کے آخری دن داعی اجل کو لبیک کہا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔ آپ قبلہ انصاری صاحبؒ کے ان مریدوں میں سے تھے جنہوں نے بہت بلند روحانی مدارج حاصل کیے۔

آیئے! سب بھائی، مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے اللہ رب العزت سے دعا کریں!

ایسے اجتماعات تذکیر اور یاد دہانی کیلئے ہوتے ہیں، جب بھی انسان کوئی بات سنتا ہے تو یقیناً اثر لیتا ہے اور عمل بھی کرتا ہے لیکن کچھ عرصہ بعد تھوڑا سا بھول جاتا ہے لیکن باتیں تحت الشعور میں چلی جاتی ہیں اور اگر ان باتوں کو دوبارہ یاد نہ کرتا رہے تو انسان آہستہ آہستہ سرے سے ہی بھول جاتا ہے۔ میرے پاس آپ کو بتانے کے لیے کوئی نیا مواد نہیں

بلکہ میں کوشش کروں گا کہ یاددہانی کے طور پر کچھ نہ کچھ اچھی باتیں آپ کے گوش گزار کرسکوں۔

برادران سلسلہ! اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ وحضرت حواؑ کی تخلیق کے بعد جنت کوان کا مسکن بنایا، جہاں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتوں میں اپنی زندگی کا آغاز کیا۔کائنات میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد اگر کوئی معتبر ترین مخلوق ہے تو وہ حضرت انسان ہے، جس کی عظمت و رفعت کو ساری مخلوقات نے تسلیم کیا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی انسان کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اس کی عظمت وبڑائی کے سامنے سر تسلیم خم کر گئے کیونکہ انسان کا مقصد تخلیق باقی سب مخلوقات سے منفرد اور ارفع واعلیٰ تھا اس لیے سب مخلوقات نے اس کی عظمت کو تسلیم کرلیا۔تخلیق آدم کی خبر سن کر فرشتوں نے بارگاہ خداوندی میں عرض کی:

وَإِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلاَئِکَةِ إِنِّیْ جَاعِلٌ فِیْ الأَرْضِ خَلِیْفَةً قَالُواْ أَتَجْعَلُ فِیْهَا مَن یُفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَاء وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ إِنِّیْ أَعْلَمُ مَا لاَ تَعْلَمُونَ (البقرۃ:۳۰)

ترجمہ : ''اور جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔انہوں نے کہا کیا تو ایسی مخلوق کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے جو خرابیاں کرے اور کشت وخون کرتا پھرے اور ہم تو تیری تعریف کے ساتھ تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں۔اللہ نے جواب میں فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے''۔

چنانچہ اللہ رب العزت نے انسان کو اس عظیم مقصد کے لیے تخلیق فرمایا جو کسی اور مخلوق کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ صلاحیت و طاقت صرف انسان کو ہی عطا کی گئی تھی کہ وہ

اپنے خالق و مالک سے محبت کا رشتہ استوار کر کے اس کی معرفت حاصل کرے۔ کیونکہ کوئی تو مخلوق ایسی ہو جس کے سامنے اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان اور کبریائی عیاں ہو سکے اور یہی تخلیق آدمؑ کا مقصد ہے اور اسی مقصد ہی سے انسان کی عظمت و رفعت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔لیکن ایک اور مخلوق (شیطان) جس نے عظمت انسان کو تسلیم نہیں کیا اور اپنے خالق و مالک کی نافرمانی کر کے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے انکار کرتے ہوئے کہا تھا کہ میں اس سے بہتر ہوں۔مجھے آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آدمؑ کو مٹی سے۔حکم عدولی کی سزا کے طور پر راندہ درگاہ کر دیا گیا لیکن انتقام کے لیے اللہ تعالیٰ سے مہلت حاصل کرنے کے بعد اس نے کہا تھا کہ جس طرح اس مخلوق کی وجہ سے میں راندہ درگاہ ہوا ہوں میں بھی اولادِ آدمؑ کو گمراہ کروں گا، اور اسے اس کے مقصد حیات میں کامیاب نہیں ہونے دوں گا۔ وہی انسان کا ازلی وابدی دشمن سب سے پہلے حضرت آدمؑ کو جنت سے نکلوانے کا سبب بنا چنانچہ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کو زمین پر اتار دیا گیا۔جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں یوں ارشادفرمایا ہے:

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ (123) وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ (طٰہٰ 123.124)

ترجمہ: "(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تم دونوں یہاں سے نیچے اتر جاؤ۔تم میں بعض بعض کے دشمن ہوں گے۔جب میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے تو جو شخص میری ہدایت کی

پیروی کرے گا وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑے گا۔ اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کے دن ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے''۔

چونکہ رحمت خداوندی اور تائید ایزدی ہمیشہ انسان کے ساتھ رہی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ انبیاء کے ذریعے نوع انسان تک اپنی ہدایت پہنچاتا رہا تا کہ انسان گمراہی و ضلالت میں پڑے رہنے اور اپنے نفس و خواہشات کی پیروی کرنے کی بجائے اللہ کے احکامات کی پیروی کر کے اپنے خالق و مالک کی رضا حاصل کر سکے۔ ان نفوس قدسیہ نے اللہ تعالیٰ کا حکم بجالاتے ہوئے ہر طرح کے مصائب و مشکلات کا سامنا کیا اور لوگوں کے ناروا اور گستاخانہ سلوک برداشت کر کے ان تک اللہ کا پیغام پہنچایا اور انہیں تاریکی سے نکال کر روشنی کی طرف لے جانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اسی سلسلے میں ہمارے نبی سید المرسلین، خاتم النبیین محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ کے آخری رسول بن کر تشریف لائے۔ یوں سمجھ لیں کہ دین ایک ہی تھا جس کو تھوڑا تھوڑا کر کے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء، مختلف اوقات میں مختلف قوموں اور علاقوں کے لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے تشریف لاتے رہے اور آخر میں ہمارے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کو پورا دین دے کر اور قیامت تک آنے والی پوری انسانیت کے لیے مبعوث فرمایا اور قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اعلان بھی فرما دیا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدہ آیت 3)

ترجمہ: ’’آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دی ہیں اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا‘‘۔

چونکہ اب کسی نبی نے آنا تھا نہ ہی دین میں کسی قسم کی تبدیلی ہونی تھی اس لیے اس مکمل دین کی حفاظت کا ذمہ بھی خود اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا۔

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر آیت 9)

ترجمہ : ’’بے شک ہم نے ہی اس ذکر (قرآن کریم) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں‘‘۔

چنانچہ قرآن آج تک بغیر کسی خفیف سی کمی بیشی کے من وعن موجود ہے اور قیامت تک رہے گا تاکہ قیامت تک آنے والی نسل انسانی اللہ کے اس نورِ ہدایت سے اپنی تاریک زندگیوں میں اجالا کرتی رہے۔

چونکہ حضرت محمد ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی سلسلہ نبوت منقطع ہو گیا۔ اب نہ تو کوئی نبی آنے والا ہے نہ ہی اللہ کی طرف سے پیغام۔ اس لیے اُمت محمد یہ ﷺ کی یہ ذمہ داری اور فرض ٹھہرا کہ وہ اللہ کا پیغام پوری انسانیت تک پہنچائے۔ نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں یہی ارشاد فرمایا تھا کہ دین محبت کا پیغام ساری دنیا تک پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں امت وسطیٰ کا منصب عطا فرما کر قرآن میں ہماری ذمہ داریوں کا تعین فرما دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران آیت 110)

ترجمہ : ’’مومنو! جتنی اُمتیں لوگوں میں پیدا ہوئی ہیں تم ان سب میں سے بہترین ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو‘‘۔ اس لیے ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ نہ صرف خود قرآن کی تعلیم پر صحیح طرح سے عامل ہو بلکہ اندھیروں میں ڈوبے دوسرے لوگوں تک یہ روشنی پہنچانے کی کوشش کرے۔

حضور اکرم ﷺ 23 سال انسانیت کی خدمت شاندار طریقہ سے انجام دے کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ ﷺ کے بعد اللّٰہ نے قرآن کے حکم کے مطابق حضور ﷺ کی اُمت میں سے **امر بالمعروف اور نہی عن المنکر** کا انتظام صالح لوگوں کے ذمہ لگایا تا کہ اُمت کی اصلاح کا کام مسلسل جاری رکھا جا سکے۔ تاریخ گواہ ہے کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں اُمت کی اصلاح کا کام رُک گیا ہو، ہر وقت کوئی نہ کوئی اللّٰہ کا بندہ اس کارِ خیر میں مصروف رہا یا مصروف رہے۔ اسی طرح اللّٰہ نے ہماری اصلاح کا انتظام بھی فرمایا کہ ہمیں اس گئے گزرے دور میں عبدالحکیم انصاریؒ جیسے اعلیٰ پائے کے بزرگ سے ملایا۔

آپؒ نے سلسلہ توحیدیہ کی بنیاد رکھی اور تصوّف کی تعلیم کو سخت چھانٹی میں سے نکال کر خالص قرآن اور سنت پر مبنی تعلیم پیش کی تا کہ اس دور میں بھی متلاشیانِ حق کو مقصودِ حیات پانے میں دقت نہ ہو اور سالکانِ راہ خدا اللّٰہ کے مقرب بندوں میں شامل ہو سکیں یہ تعلیم وہی ہے جو آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ اپنے صحابہؓ کو دیا کرتے تھے۔

قبلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی فراہم کردہ تعلیم میں عبادات کے علاوہ سب سے زیادہ زور اخلاق پر دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان عبادات میں تو کسی نہ کسی طرح

مصروف رہتے ہیں لیکن اس زمانے میں اپنے اخلاق کی طرف سے بالکل غافل ہیں حالانکہ دوسرے لوگ مسلمانوں کے متعلق رائے ان کا اخلاق دیکھ کر ہی قائم کرتے ہیں۔ ذیل میں کچھ بنیادی باتیں پیش کرنے کی کوشش کرونگا جن پر عمل کرنے سے انشاء اللہ ہمارے اخلاق پر اچھا اثر پڑے گا۔

تسلیم و رضا:

جب انسان اپنے ربّ کی بندگی کے راستے پر چلتا ہے تو انسان میں تسلیم و رضا کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ تسلیم و رضا کیا ہے؟ تسلیم و رضا اس جذبے کا نام ہے جو کوئی اپنی عزیز ترین شخصیت کے لیے رکھتا ہے کہ وہ کسی بھی قسم کا ردّ یہ اس سے روا رکھے، کچھ بھی کہے یہ اپنے ماتھے پر شکن نہ لائے اور دل میں معمولی سے معمولی شکوہ کے احساس کو لائے بغیر سر تسلیم خم کر دے۔ اسی جذبے سے وہ اللہ کی رضا کو خوشی سے قبول کرنے والا بن جاتا ہے۔ تسلیم و رضا کا مادہ پیدا کیے بغیر اللہ کی بندگی کا تصور محض فریب ہے۔ جو انسان اپنے خالق و مالک کے فیصلوں سے خوش ہی نہیں اور اس کی عطا و رضا میں اپنی بھلائی نہیں سمجھتا وہ کیسے اللہ کی بندگی کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ بندہ تو ہوتا ہی وہ ہے جو اپنے مالک و مولا کے سامنے اپنا سر عجز و نیاز سے جھکائے رکھے اور اس کا دل ہمیشہ اپنے ربّ کے شکر کے جذبات سے لبریز رہے، اور اس کے دل میں یہ احساس جاگزیں ہو جائے کہ اس کا ربّ اسکے ساتھ ہے اور وہ بڑا شفیق اور مہربان ہے۔

انسان کو یہ یقین کر لینا چاہیے کہ مجھ سے بڑھ کر، میرا پروردگار میرا خیر خواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

وَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئاً وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تُحِبُّواْ شَيْئاً وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَاللّهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لاَ تَعْلَمُونَ (البقرۃ آیت: 216)

ترجمہ : ''عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لیے مضر ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے''۔

بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ **طریقت توحیدیہ** میں ارشاد فرماتے ہیں:

''قطع ماسویٰ اللہ کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سالک میں تسلیم و رضا کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے یعنی جو کچھ بھی واقعات اس کو پیش آتے ہیں خواہ اس کی مرضی کے مطابق ہوں یا مخالف وہ پہلے ان پر صبر کرنا سیکھتا ہے اور بعد میں بدترین سے بدترین حالات میں بھی اس کو خوشی حاصل ہونے لگتی ہے یہی تسلیم و رضا کی انتہا اور عبدیت کا مرتبہ ہے حضور اکرم ﷺ کو عبدیت کا مرتبہ بدرجہ کمال حاصل تھا۔ یہی مرتبہ سلوک اور تصوف میں سب سے بلند اور اعلیٰ و افضل ہے''۔

آپ خود سوچیں! یہ کیسی بندگی اور کہاں کی عبودیت ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ تمہاری مرضی کے مطابق تمہارے کام کرتا رہے یعنی صحت، دولت، مسرت اور دوسری نعمتیں جتنی تم چاہو تم کو دیتا رہے اس وقت تو تم اس سے خوش رہو، اس کو یاد کرو، اس کا شکر ادا کرو اور جب یہ کام تمہاری مرضی کے مطابق نہ ہوں یعنی جب کوئی بیماری تم کو یا تمہارے متعلقین کو آن دبائے یا فاقے ہونے لگیں یا دوسرے تفکرات آندھی اور گھٹا کی طرح تم کو گھیر لیں تو تم

اللہ تعالیٰ سے ناراض ہوجاؤ۔اس کی عبادت چھوڑ دو اور شکائتیں کرنے لگو۔اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق رہنا نہیں چاہتے بلکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مرضی کے مطابق چلانا چاہتے ہو۔استغفر اللہ ! ایسے لوگوں کو خدا کا دیدار اور عرفان کبھی نصیب نہیں ہوگا۔البتہ جو سالک ان آزمائشوں میں کامیاب ہو جاتے ہیں وہ تقرب، دیدار اور عرفان کی لازوال دولت سے کبھی بھی محروم نہیں رہتے ۔خوب یاد رکھو فقیری بچوں کا کھیل نہیں بلکہ دنیا کی مشکل ترین اور کٹھن چیز ہے اور بڑی محنت و مشقت اور جان جوکھوں سے ہاتھ آتی ہے۔

برادران کرام! تصوّف اعلیٰ اخلاق اور بلند کردار پیدا کرنے کا نام ہے۔ یوں سمجھ لیجیے کہ تکمیل اخلاق کے بغیر قرب باری تعالیٰ جو تصوف کا ماحصل ہے ممکن نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی پیروی کیے بغیر اللہ کی محبت میسر نہیں آسکتی اور آپ ﷺ تو سراپا اخلاق تھے۔اخلاق کا تعلق انسان کے مثبت اور منفی روّیوں سے ہے۔ ایسے روّیے جن سے کسی بھی دوسرے انسان کے لیے تکلیف کا پہلو نکلتا ہو یا اپنے مالک ومولیٰ کے احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔منفی روّیے کہلاتے ہیں۔جیسا جھوٹ بولنا، دھوکہ دینا، مکروفریب، وعدہ خلافی،تجسس اعمال،غیبت بہتان، دوسروں کا مذاق اڑانا دوسروں کو اپنے سے کمتر یا حقیر سمجھنا وغیرہ ۔ان کے مقابلے میں مثبت روّیے وہ ہوتے ہیں جن سے کسی انسان کی خدمت یا انسان کے عزت وشرف کو اجاگر کرنا ہوتا ہے یا اپنے مالک کے احکامات کی بجا آوری ہوتی ہے،مثبت روّیے کہلاتے ہیں۔انہیں ہی دراصل نیک اعمال کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جن پر اللہ نے بڑے بڑے انعام دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔اور منفی رویوں پر

سخت عذاب کا مژدہ سنایا ہے۔یہی وہ بنیادی باتیں ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنے اخلاق کو مستحکم بنیاد فراہم کرتا ہے جس پر آہستہ آہستہ شاندار عمارت تعمیر کر کے اپنے مقصد اعلیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور اکرمؐ کے مقصد بعثت کو قرآن پاک میں چار مقامات پر بیان فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ إِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِھِمْ یَتْلُو عَلَیْھِمْ آیَاتِہِ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَإِن کَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِیْ ضَلالٍ مُّبِیْنٍ (آل عمران : 164)

ترجمہ: ''اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں، انہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا اور ان کو پاک کرتا اور ان کو کتاب اور دانائی سکھاتا ہے اور اس سے پہلے تو یہ کھلی گمراہی میں تھے''۔

آپ ﷺ کی ذات بابرکات اور آپ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیم کی بدولت انسان اپنے مقصود حیات کی معراج کو پہنچا۔آپ ﷺ کی ذات بابرکات کی بدولت انسان کی ظاہری و باطنی تطہیر ہوئی اور انسانی اخلاق اپنے کمال کو پہنچا اور ایسا کیوں نہ ہوتا جبکہ آپ ﷺ کے اپنے اخلاق کی عظمت کی گواہی خود قرآن ان الفاظ میں دیتا ہے۔

وَإِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم (القلم آیت 4)

ترجمہ: ''بے شک آپ ﷺ اخلاق کے بلند ترین مقام پر فائز ہیں''۔

اللہ تعالی نے اپنے پیارے حبیب ﷺ کو بھی حسن اخلاق کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز فرمایا اور آپ ﷺ کی امت کو بھی حسن اخلاق کے اعلیٰ مقام پر پہنچانے کا انتظام فرمایا چنانچہ نبی کریم ﷺ اپنا مقصد بعثت واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انما بعثت لاتم اخلاق

ترجمہ: ''بے شک مجھے اس لیے مبعوث کیا گیا ہے کہ اخلاق کی تکمیل ہو جائے''۔

اخلاق کی تکمیل ہی درحقیقت تکمیل بندگی کی ضمانت اور معیار ہے۔ جس مسلمان بھائی کا اخلاق، اخلاق محمدی ﷺ کی عکاسی نہیں کرتا وہ اپنے مقام محمود سے دور ہے۔ قیامت کے دن اللہ کے مقرب وہ لوگ ہوں گے جو اخلاق میں کامل ہوں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

''قیامت کے دن میزان میں سب سے بھاری چیز اخلاق ہی ہوگا''۔

اخلاق کا دائرہ کار ہماری زندگی کے سارے معاملات اور عبادات پر محیط ہے۔ ہمارے ایسے روّیے جو دوسروں کے لیے آسانی اور راحت کا باعث بنتے ہیں وہ خوش اخلاقی کے زمرے میں آتے ہیں اور جو روّیے انسانیت کے لیے تکلیف و پریشانی کا سبب بنتے ہیں وہ بداخلاقی میں شمار ہوتے ہیں۔

کوئی بھی معاشرہ یا قوم اعلیٰ اخلاق پیدا کیے بغیر نہ تو ترقی کر سکتی ہے اور نہ ہی اقوام عالم میں باوقار مقام حاصل کر سکتی ہے۔ قرآن مجید میں انسان کی کامیابی و ناکامی کا معیار ہی تزکیہ نفس اور تزکیہ اخلاق کو بتایا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدۡ أَفۡلَحَ مَن زَكَّاهَا ۝ وَقَدۡ خَابَ مَن دَسَّاهَا (الشمس آیت: 10-9)

ترجمہ : ''یقیناً وہ کامیاب ہوا جس نے اپنے نفس کو پاک کرلیا اور وہ خسارے میں رہا جس نے اسے خاک میں ملا دیا''۔

یاد رکھیں! قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے اپنے بلند کردار اور اعلیٰ اخلاق ہی کی بدولت عزت ووقار اور سربلندی حاصل کی تھی اور اللہ کا پیغام دور دراز علاقوں تک پہنچا کر مخلوق خدا کی خدمت کی تھی۔ یہ ان کے خلق عظیم اور بلند کرداری کا نتیجہ تھا کہ وہ جہاں بھی گئے لوگ ان کے گرویدہ ہوتے گئے اور رحمت وامن والے دین کے پیروکار بنتے گئے۔ اسی لیے آج دنیا میں ایسے کئی ممالک ہیں جہاں مسلمانوں نے لشکر کشی نہیں کی لیکن وہاں اب بھی مسلمانوں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ ایسے ممالک میں مسلمانوں کی کثیر تعداد اس غیر اسلامی پراپیگنڈہ کا جواب بھی ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ آج اگر ہم پھر وہی مقام حاصل کرنے کے آرزومند ہیں تو اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہم **من حیث القوم** حسن اخلاق کا وہی معیار اپنا لیں جو حضور اکرم رحمۃ اللعالمین ﷺ کے صحابہ کرامؓ کا طرۂ امتیاز تھا۔

خدمت خلق

انسانیت کی خدمت کے مختلف انداز ہو سکتے ہیں جیسے مصیبت میں پھنسے ہوئے کسی انسان کو مشکل سے نکلنے میں مدد دینا، کسی قرض دار کا قرض ادا کردینا، بھوکے کو کھانا کھلا دینا، مریض کے علاج معالجہ کا انتظام کرنا، کسی بے روزگار کو باعزت روزگار فراہم کرنا تا کہ وہ عزت نفس کو قائم رکھتے ہوئے اپنی روزی کما سکے، یتیموں اور بیواؤں کی دستگیری کرنا وغیرہ وغیرہ

سب خدمت خلق کے انداز ہیں جن کو اپنا کر اللہ تعالیٰ کی محبت اور توجہ حاصل کی جاسکتی ہے اور ہم اس کی رحمت و بخشش کے حقدار بن سکتے ہیں۔ اللہ کی مخلوق سے محبت کرنے والا اللہ کی محبت سے محروم نہیں رہ سکتا۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے جو دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا فرماتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے لیے آسانیاں پیدا فرمائیں گے۔

لیکن ان تمام باتوں سے بڑھ کر انسان کی حقیقی خدمت اسے راہ ہدایت پر لانا ہے ایک ایسا مسافر جو اپنا راستہ اور منزل کھو چکا ہے اور اپنی منزل کے برعکس دوسری طرف جا رہا ہے اگر ایسے شخص کو رہبر مل جائے جو اسے اسکی منزل کی نشاندہی کرا کر اس رستے پر ڈال دے جو اس کی منزل کی طرف جاتا ہے تو اس سے بڑھ کر اس مسافر کی کیا خدمت ہوسکتی ہے۔

بالکل اسی طرح اگر کوئی انسان اپنے خالق و مالک کو بھول کر شیطان کے راستے پر چل رہا ہو تو اس سے بڑھ کر اس کی کیا خدمت ہوگی کہ اسے شیطان و نفس کی پیروی سے چھٹکارا دلا کر اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے راستے پر ڈال دیا جائے مخلوق خدا کا اس کے خالق سے رشتہ مضبوط کرنے سے بڑھ کر کوئی اور نیکی نہیں ہوسکتی تمام انبیا و مرسلین دعوت اِلی اللہ کے ذریعے انسانیت کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ اللہ ربّ العزت بھی قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلاً مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحاً وَقَالَ إِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

(حٰمٓ سجدہ آیت 33)

ترجمہ : ''اور اس شخص سے بات کا اچھا کون ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں''۔

برادران کرام! چونکہ ہم تو طالب ہی اللّٰہ کی محبت ومعرفت اور رضا کے ہیں اور اسی راستے کے مسافر ہیں اس لیے ہمیں مخلوق خدا کی اصلاح وفلاح کے کام میں سب سے آگے ہونا چاہیے۔ ہمیں تو بانی سلسلہؒ نے یہ مشن عطا کیا ہے کہ معاشرے کو صحیح اسلامی رنگ میں رنگنے اور مسلمانوں کے اخلاق وکردار کو قرون اولیٰ کے مسلمانوں جیسا بنانے کے لیے کوشش کریں۔ اس لیے ہم میں سے ہر بھائی کو اپنے اخلاق وکردار کو سنوارنے کے ساتھ ساتھ اپنے عزیز واقارب، دوست احباب اور معاشرے کے دوسرے افراد تک بانی سلسلہؒ کی تعلیمات ضرور پہنچانی چاہئیں تا کہ قبلہ انصاری صاحبؒ کے خواب کو جلد از جلد شرمندہ تعبیر کیا جاسکے۔

قبلہ ڈار صاحبؒ نے اپنی ساری زندگی اسی کوشش میں بسر کی بلکہ آپؒ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک مرکز تعمیر ملت سے قبلہ انصاری صاحبؒ کی تعلیم ومشن کے فروغ کے لیے کوشاں رہے۔ ہم بھی جب تک اسی جذبے، تندہی اور لگن کے ساتھ اپنی تعلیم وعمل کے ساتھ وابستہ نہیں ہوتے اور چراغ سے چراغ جلا کر اس روشنی کو عام کرنے کی کوشش نہیں کرتے تب تک بانی سلسلہؒ اور قبلہ ڈار صاحبؒ سے محبت کے دعوے محض فریب ہی ہوں گے اگر ہم چاہتے ہیں کہ قبلہ انصاری صاحبؒ کی تعلیم عام ہو اور ہمارا معاشرہ غیر اسلامی رسم ورواج اور غیر اللّٰہ پرستی سے چھٹکارا پا کر صحیح اسلامی معاشرہ بن جائے تو ہمیں اپنے ہر کام پر حلقے کے کام کو ترجیح دینی ہوگی ہمیں اپنی زندگی کا مرکز ومحور حلقے کے کام کو بنانا ہوگا۔

پھر اللہ کی مدد بھی یقیناً ہمارے ساتھ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ خود قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ

(محمد آیت: 7)

ترجمہ : ''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا''۔

اگر ہم اللہ کے کام میں لگ جاتے ہیں تو اللہ نہ صرف ہماری آخرت کو سنوار دے گا بلکہ ہماری دنیا کے سارے کام بھی سنوار دے گا۔ اور اگر ہم خدانخواستہ اللہ کے دین کی ترویج اور اپنی ذمہ داریوں سے روگردانی کے مرتکب ہوئے تو پھر اللہ بے نیاز ہے۔

قبلہ محمد صدیق ڈار صاحبؒ بھی تلقین کرتے ہوئے یہی فرمایا کرتے تھے:

''قرآن کریم اور دین مبین کا محور انسان کی اصلاح ہے اور سلسلہ توحیدیہ کے قیام کا بھی یہی مقصد ہے۔ اس لیے ہر توحیدی فقیر کو چاہیے کہ اس مقدس فریضہ کو پہلے سے بھی زیادہ عزم و ہمت اور محبت و محنت سے سرانجام دے۔ ہر بھائی سال بھر میں اگر زیادہ نہیں تو کم از کم ایک مسلمان بھائی کی اصلاح کر کے اسے صوم صلوٰۃ و زکوٰۃ کا پابند اور پکا مومن بنا دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کام کرنے والے بندوں کی ضرور مدد فرماتے ہیں۔ اس سے بڑی نیکی اور اچھا کام کوئی نہیں کہ انسانوں کو اللہ کی راہ پر لگا دیا جائے۔

آخر میں ایک بات ضمنی طور سے پیش کرنا چاہتا ہوں جس کا تعلق بھی اخلاق سے ہی ہے ۔ حلقے کے تمام بھائیوں کا آپس میں رویہ کیسا ہو؟ جس سے سب کو حلقہ کی تعلیم پر عمل کرنا آسان ہو جائے اور باہم اتفاق سے سلوک کی راہ میں بھی آسانی پیدا ہو اور سب سے بڑھ کر حلقہ بھی ترقی کے راستے پر گامزن ہو جائے ۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی کوئی نبی مبعوث ہوا تو اس نے معاشرے کی شیرازہ بندی کی ۔ بنیادی دعوت کی طرف انسانوں کو پکارا اور اس دعوت پر لبیک کہنے والوں کو ایک نئے اتحاد میں جوڑ دیا ۔ چنانچہ حضور سرور کائنات ﷺ نے جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو سب سے پہلے انصار مدینہ اور مہاجرین مکہ میں مواخات کا سلسلہ جوڑا ۔ اس سے وقتی طور پر نہ صرف مہاجرین مکہ کی فوری مدد اور حوصلہ افزائی ہوئی بلکہ سب کے دلوں میں یہ احساس اجاگر ہوا کہ دراصل ہم ایک دوسرے کے بھائی ہیں ۔ یہ بھائی بندی کسی قسم کی دنیاوی لالچ کے لیے نہیں بلکہ خالصتاً دینی بھائی بندی ہے اور ہم ایک دوسرے کے دینی بھائی ہیں ۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ انصار مدینہ نے جس قربانی اور ایثار سے مہاجر بھائیوں کی خدمت کی اس کی مثال نہیں ملتی ۔ دوسری طرف مہاجرین مکہ نے جس خودداری اور خوداعتمادی کا اظہار کیا وہ بھی اپنی مثال آپ ہے ۔ چنانچہ اس بے لوث بھائی چارے کا نتیجہ تھا کہ آئندہ وقت میں کڑے سے کڑے امتحان کے دوران ہمیشہ **اللہ** کے ان بندوں نے اپنے آپ پر دوسرے بھائیوں کو ترجیح دی اور **اللہ** کے فرمان کے مطابق بنیان مرصوص بن گئے ۔ **رحماء بینھم** کے پیکر اور سب سے بڑے تاریخ ساز اور تہذیب گر بن گئے ۔ اسی حقیقت کی طرف قرآن مجید اشارہ کرتا ہے:

وَاذْكُرُواْ نِعْمَتَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ج وَكُنتُمْ عَلَىَ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا

(آل عمران : 103)

ترجمہ : ''اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اس کی عنایت اور مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے ۔ بے شک تم آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے پس اس نے تم کو اس سے نجات دی اور تباہی سے بچالیا''۔

اسلام کی اجتماعیت محض خارجی اجتماعیت نہیں بلکہ دلوں کی اجتماعیت ہے

اسلام محض خارجی اتحاد کو اتحاد نہیں سمجھتا بلکہ یہ بیرونی اتحاد دلوں میں قائم کرتا ہے ۔ کیونکہ اس کی اصل عقیدہ اور نظریہ ہے ۔امنگوں اور تمناؤں کا اتحاد ہے،عزائم اور جذبات کا اتحاد ہے ۔وہ خارج میں بھی سب کی شیرازہ بندی کرتا ہے اور داخلی طور پر بھی ان کو اخوت اور برادری کے رشتہ سے جوڑتا ہے ۔اور حق تو یہ ہے کہ جب تک خارجی اور داخلی کیفیتیں پوری نہیں ہوں گی اصل اتحاد رونما ہو ہی نہیں سکتا ۔مصنوعی اتحاد کبھی دیرپا نہیں ہوتا ۔ نفرت اور بغض سے بھرے ہوئے دل کبھی جڑ نہیں سکتے ۔جھوٹا رکھ رکھاؤ کوئی اتحاد پیدا نہیں کر سکتا الٹا خود غرضانہ اتحاد، انتشار وافتراق کا پیش خیمہ ہوتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اجتماعیت کی بنیاد ایمان ، محبت اور ایثار پر رکھی ہے ۔اس بنیاد پر استوار ہونے والے تعلقات وہ آہنی چٹان ہوتے ہیں جس سے ٹکرا ٹکرا کر بڑے بڑے طوفان بھی صرف اپنا سر ہی پھوڑ سکتے ہیں ۔اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے ۔

قبلہ انصاری صاحبؒ واضح طور پر یہ فرما گئے کہ ''اپنے پیر بھائیوں کو سگے بھائیوں پر فوقیت دیں''۔

سلسلہ توحیدیہ کے بھائیوں کو اوپر بیان کئے ہوئے مندرجات کے مطابق بنانا ہی مقصود تھا۔ کیونکہ سلسلہ توحیدیہ جس کا مشن ہی اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ معاشرے کی اصلاح ہے۔ جب تک اس جماعت کے فقیروں میں یہ خصوصیات بدرجہ اتم موجود نہیں ہوں گی تب تک اس کی کامیابی خام خیالی کے سوا کچھ نہیں۔

میں نے مرکز آنے کے فوراً بعد جس چیز کی طرف بھائیوں کی توجہ مبذول کرائی وہ یہی تھی کہ بھائی اپنے اخلاق پر کڑی نظر رکھیں۔ خاص طور پر قول وفعل کے تضاد کو دور کریں اور دوسری چیز باہم رابطہ کی طرف بھی اشارہ کیا تھا۔

آپ جانتے ہیں کہ قبلہ ڈار صاحبؒ نے رات دن کی ان تھک محنت سے یہ جماعت بنائی ہے اسی جماعت نے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے شاندار قلعہ کی تعمیر کے لیے بنیاد کا کام کرنا ہے اور جب تک بنیاد ہر طرح سے مضبوط اور خامیوں سے پاک نہیں ہو گی اس پر قلعہ کی تعمیر نقصان کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

خامیوں سے پاک صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یا پھر انبیاؑ کرام جن کی راہنمائی براہ راست اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔ لیکن برائیوں اور خامیوں کا کم سے کم ہونا اور اپنی اصلاح پر خصوصی توجہ دینا بہر حال بہت ضروری ہے۔ ہم سب میں خامیاں موجود ہیں اور ہم میں بہتر وہ ہیں جن کو اپنی اصلاح کی فکر ہے اور پھر وہ ہیں جو دوسروں کی بھی راہنمائی کرتے ہیں۔

میں سر دست یہی کہوں گا کہ اگر ہم نے اپنا فرض نبھانا ہے جس کا ہم نے وعدہ کیا ہے ،جس غرض سے ہم نے سلسلہ توحیدیہ میں شمولیت کی ہے تو اس کے سوا چارہ نہیں کہ فوری طور پر اپنی اصلاح کی طرف قدم بڑھائیں ۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے متعلق روایت ہے کہ آپؓ نے سورۃ البقرہ سات آٹھ سال کے عرصہ میں مطالعہ کی تھی ۔ جب آپؓ سے استفسار کیا گیا تو آپؓ نے جواب دیا کہ میں ایک چیز پڑھتا ہوں اس کو اختیار کرتا ہوں اور پھر آگے بڑھتا ہوں ۔حقیقت یہ ہے کہ تعمیر سیرت کے لیے بھی ایک تدریجی مسلسل اور انتھک کوشش کی ضرورت ہوتی ہے ۔محض مطالعہ یا زبانی گفتگو اس کے لیے کافی نہیں ہوتی ۔ یہ مقصد تو پیہم سعی و جہد سے ہی حاصل ہو گا ۔اور یہ بھی ممکن نہیں کہ اس کے حصول کے دوران امتحانوں سے دوچار نہ ہونا پڑے ۔یاد رکھیں یہ راہ نشیب وفراز کی راہ ہے ۔کامیابی کا راز صبر ، ہمت اور اعتماد کے ساتھ جدو جہد میں مضمر ہے ۔ناکامیاں آئیں گی مگر ان کا مقابلہ کرنا ہوگا ۔مشکلات دعوتِ مبازرت دیں گی مگر انہیں انگیخت کرنا ہے ، دقتیں پیش آئیں گی مگر ان سے لڑنا ہے اور ان کو شکست دینی ہے ۔یہ اس راہ کے لازمی مراحل ہیں ، ان کے ذریعے سے اللہ ہماری اصلاح کرتا ہے ۔

پیارے بھائیو ! شیطان تمہارا ازلی و ابدی دشمن ہے جو تمہاری تباہی و بربادی کا طلب گار ہے اور چاہتا ہے کہ انسان بھی میرے ساتھ جہنم کا ایندھن بنے ۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اپنے اس دشمن کو واقعی دشمن ہی سمجھیں اور اس کی چالوں اور فریب میں آنے کی بجائے اللہ کے حبیب ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اللہ کے مقرب بندوں میں شامل ہوں تا کہ جب ہم واپس اللہ ربّ العزت کے پاس جائیں تو پھر وہی

عزت وشرف بارگاہ خداوندی سے ہمیں نصیب ہو جو جنت سے نکالے جانے سے پہلے نصیب تھا۔ اللّٰہ تعالیٰ بھی قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُو حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ (الفاطر: ٦)

ترجمہ : ''شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے دشمن ہی سمجھو وہ اپنے گروہ کو بلاتا ہے تاکہ وہ دوزخ والوں میں ہو جائیں''۔

اس لیے برادران سلسلہ عالیہ توحیدیہ! میں آپ کے بھی گوش گزار کرنا چاہوں گا کہ اللّٰہ تعالیٰ کی نصرت ومدد آپ کی منتظر ہے۔ آپ ہمت، جوش اور تازہ ولولے سے اپنے مرشد کی طرف سے دیے گئے مشن اور اللّٰہ کی مخلوق کی اصلاح وفلاح کے کام میں آگے بڑھیں۔ ایسی تعلیم کسی اور جگہ نہیں دی جا رہی۔ ظلمت شب میں اُجالا آپ کے پاس ہے۔ دونوں جہاں کی کامیابی اور اللّٰہ تعالیٰ کی رحمتیں، بخششیں اور نوازشیں ہماری منتظر ہیں۔ ہم اپنے مرشد اور اپنے رحیم وکریم رب سے کیا ہوا عہد ضرور پورا کریں گے۔ انشاءاللہ۔ جواں ہمت مرد خطرات ومشکلات سے گھبرایا نہیں کرتے بلکہ راستے کی دشواریاں ان کے عزم وہمت کو اور مضبوط کرتے ہیں انہیں اور زیادہ توانائی بخشتے ہیں۔ ہم اپنا اخلاق وکردار قبلہ انصاری صاحبؒ کی تعلیم کے مطابق ڈھالتے ہوئے ایک مثالی توحیدی بنیں اور پھر اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی اصلاح کا فریضہ سرانجام دیں گے۔

اس سال اجتماع کے موقع پر، میں آپ کو یہی پیغام دینا چاہتا ہوں کہ یہاں سے جانے کے بعد اگلے سال تک ہم میں ایک مثبت اور موثر تبدیلی ہونی چاہیے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق ہمارا ہر آنے والا دن گزرے ہوئے دن سے ہر لحاظ سے بہتر ہونا چاہیے۔ یاد رکھیں صرف اور صرف عمل سے ہی ہم اپنے ربّ، رسول کریم ﷺ اور اپنے مرشد کی نگاہوں میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔

اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی یاد سے نوازے اور اپنی بندگی میں کمال پیدا کرنے میں ہماری مدد فرمائے۔ اللہ کریم اپنا خصوصی فضل وکرم ہر وقت ہمارے شامل حال رکھے اور محض اپنی رحمت سے ہمیں بھی اپنے مقربین بندوں میں شامل فرمالے۔ آمین۔ یا ربّ العالمین۔

خادم الفقراء

محمد یعقوب توحیدی

شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

مرکز تعمیر ملت، گوجرانوالہ

22 اپریل 2017ء

بلغ العلیٰ بکمالہٖ
کشف الدجیٰ بجمالہٖ
حسنت جمیع خصالہٖ
صلوا علیہ وآلہٖ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

خودی کا سرِ نہاں لَا اِلٰـــہَ اِلَّا الـــلّٰـــہُ
خودی ہے تیغ، فساں لَا اِلٰـــہَ اِلَّا الـــلّٰـــہُ

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں، لَا اِلٰـــہَ اِلَّا الـــلّٰـــہُ

کیا ہے تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریبِ سود و زیاں، لَا اِلٰـــہَ اِلَّا الـــلّٰـــہُ

یہ مال و دولتِ دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں، لَا اِلٰـــہَ اِلَّا الـــلّٰـــہُ

خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں، لَا اِلٰـــہَ اِلَّا الـــلّٰـــہُ

یہ نغمہ فصلِ گل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں، لَا اِلٰـــہَ اِلَّا الـــلّٰـــہُ

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکمِ اذاں، لَا اِلٰـــہَ اِلَّا الـــلّٰـــہُ

علامہ محمد اقبالؒ

Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com